© rasailojaraid.com

قرآن اور حقیقت وحی

ڈاکٹر ریحانہ فردوس

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔

جب دین نے خفیہ اور تیزی سے خبر دینے کے کام کو وحی کے نام سے تعبیر کیا تو اس نے اس لفظ کے اصل لغوی مادہ سے دوری اختیار نہیں کی۔ جس کے معنی ہوتے ہیں ''اشارہ کرنے کے'' چنانچہ اس کی ایک قسم وہ فطری الہام ہے جو ہر شخص کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''اور ہم نے ام موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ(۱)] اور فرمایا

''جب میں نے حواریوں کی طرف حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبرؑ پر ایمان لاؤ تو وہ کہنے لگے کہ تو گواہ رہیو کہ ہم فرمانبردار ہیں''(۲)] اور اسی کی ایک قسم جبلی الہام ہے جو حیوانوں کو ہوتا ہے۔ جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ملتا ہے۔

''اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور اونچی اونچی چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں، گھر بناؤ(۳) اور اسی کی ایک قسم وہ اشارہ ہے جو تیزی سے کیا جاتا ہے کسی رمز کے طریقہ سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

پھر وہ عبادت کے حجرہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارہ سے کہا کہ صبح و شام خدا کو یاد کرتے رہو(۴)] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت زکریا نے لوگوں کو خاموش اور سریع اشارہ سے کہا لیکن بات نہیں کی۔ اور اسی الہام کی ایک قسم وہ بھی ہے جو اعضائے جسمانی کے اشاروں سے کی جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور قرآن نے وسواس شیطانی کو اور برائیوں کو جو شیطان لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور زینت بنا کر پیش کرتا ہے اس کو بھی وحی کے نام سے تعبیر کیا اور فرمایا ہے۔

اور اسی طرح ہم نے شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کو پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں طمعی باتیں ڈالتے رہتے ہیں (۵)] اور فرمایا

شیاطین اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں (۶)] اسی طرح اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کو فوراً بجالائیں تو اس کو بھی وحی سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً فرمایا۔

جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ تمہارے ساتھ ہوں تو تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں (۷)]

رہی وہ وحی جو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتہ کے ذریعہ اپنے نبی کے پاس بھیجتا ہے۔ اور اس کو کتب منزلہ کی شکل میں اس کو عطا کرتا ہے تو اس وحی کا نبی کے پیغام اور کام سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ اور اس طرح کی وحی اپنے معنوی اختلافات کے باوجود صرف دو باتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ نام ایک تو اس وحی کو دیتے ہیں جو کہ وحی کا فرشتہ جو پیغام رسانی کا امین ہوتا ہے، اس کو لے کر نبی کے پاس جاتا ہے۔ اور یہی نام اس وحی کو بھی دیتے ہیں جو نبی کے پاس پہنچتی ہے اور جس کی وہ حفاظت اور تبلیغ کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا، کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد حضرت جبرائیلؑ کی طرف وحی کی جو فرشتہ وحی ہیں اور امین ہیں۔ اور وہ چیز وحی ہے کہ جسے جبرائیلؑ نے محمد ﷺ کی طرف وحی کیا (۸)۔

چنانچہ اس آیت میں وحی کی دلالت ویسی ہی ہے جیسی کہ صریح تنزیل کی دوسری آیت میں ملتی ہے۔ جیسا خدا کے اس قول میں

”اور یہ قرآن خدائے پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آتا ہے۔ یعنی اس نے تمہارے دل پر القاء کیا ہے تاکہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو (۹)]

تاہم قرآن نے اللہ اور اس کے منتخب بندوں کے درمیان کتب سماوی کی تنزیل کا ذریعہ صرف فرشتہ وحی کو نہیں مقرر کیا ہے بلکہ ایک آیت میں اس وحی کی تین صورتیں پیش کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبی کے قلب میں وحی کے معانی ڈال دیتا ہے۔ یا وحی کی عبارت اس کے دل پر نقش کر دیتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ حجاب کے پیچھے سے نبی سے بات کرتا ہے جس طرح اس نے موسیٰؑ سے درخت کے پیچھے سے بات کی تھی۔ اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ فرشتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ذریعہ یہ وحی اپنے نبی کے پاس پہنچاتا ہے۔ چاہے فرشتہ آدمی کی شکل میں ظاہر ہو یا فرشتہ بھیجدے اور وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القاء کرے۔ بے شک وہ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے (۱۰)۔ اس خفیہ اور فوری ذریعہ خبر رسانی جس کو وحی کہا گیا ہے کی مختلف شکلیں ہیں۔ جو پوشیدگی اور تیزی کے اعتبار سے مختلف درجہ رکھتی ہیں اور لوگ ان الفاظ کو مختلف طریقے سے استعمال کرتے رہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ ایک ہی طرح وحی سارے انبیاء پر آئی لیکن جب ہم کتاب مقدس یعنی بائبل کا حال پڑھتے ہیں تو اس کے عیسائی ماہرین اس کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو قرآن کی وحی سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روح ایسے کاتبوں کے دل میں حلول کر جاتی ہے۔ جن پر روحانی حقائق اور غیبی واقعات کا الہام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کاتبوں پر یہ چیزیں الہام کرتا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ یہ لوگ کس حیثیت کے مالک ہیں اور یہ معلوم ہے کہ یہ لوگ مختلف طریقوں پر لکھتے ہیں اور ان کے تعبیر کے طریقے بھی مختلف ہیں اس کے باوجود کہا یہ جاتا ہے کہ کتاب مقدس تمام تر وحی ہے۔ لیکن وحی کی یہ شکل اس وحی سے بالکل مختلف ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ اور اس کے انبیاء کے درمیان اتصال پیدا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنا دین اپنے بندوں کے پاس بھیجتا ہے۔ کتاب مقدس کی یہ وحی تو دراصل کشف کی ایک قسم ہے جس کے دوسرے مظاہر ہم کو عظیم شعراء اور صوفیاء و عارفین کے ہاں نظر آتے ہیں بلکہ اس کی شکلیں بہت سے کاہنوں اور جھوٹے دجالوں کے ہاں بھی نظر آتی ہیں۔

وحی اور کشف والہام کا فرق :

اس لئے ضروری ہے کہ ہم کسی شک میں مبتلا نہ ہوں اور کشف، الہام حدث باطنی، شعور داخلی اور لاشعور کو وحی کی حقیقت سے علیحدہ رکھیں۔ دوسری قومیں خصوصاً اسلام کے مخالفین زیادہ تر انہی الفاظ میں اس وحی کی حقیقت بیان کرتے ہیں جو تمام انبیاء اور آخر میں محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ ہم کشف کی حقیقت بیان کریں تاکہ اس کا اور وحی کا فرق واضح ہو جائے۔ وحی دراصل خدا کی طرف سے خاموش اشارہ اور خبر کا نام ہے۔ اس میں انسان کے نفس اور اس کی باطنی قوتوں کا کوئی دخل نہیں۔ یہ باطنی قوتیں دراصل محنت و مشقت کر کے روحانی ریاضت اور طویل تفکر کے ذریعہ اپنی دانست میں بعض حقائق تک پہنچتی ہیں پھر بھی نفس کو یقین کامل نہیں ہوتا کہ یہ انکشافات صحیح ہیں اور یہ احساس ہمیشہ رہتا ہے کہ یہ حقائق جو منکشف ہوئے ہیں وہ محض ذاتی اور شخصی ہیں۔ ان کا مصدر کوئی اعلیٰ اور بلند ترین ذات نہیں ہے۔ عارفوں کو جو کشف ہوتا ہے وہ ایک طرح کا وجدان ہے جس کے ذریعہ نفس کو ایک طرح کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جس میں یقین نہیں ہوتا اور وہ اس علم کے ذریعے غیر شعوری طور پر مصدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقی کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح صوفیاء حقیقت اولی یعنی خدا کی طرف پہنچنے کا دعوی کرتے ہیں اور یہی طریقہ ہے ان شعراء کے ہاں جو دیوتاؤں اور خداؤں سے قدیم خرافات میں الہام حاصل کرتے ہیں اور جاہل عرب بھی یہ الہام شیاطین سے حاصل کرتے تھے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کشف بھی الہام کی طرح علم النفس کے ان جدید الفاظ میں شامل ہے جن میں جدید علمائے نفس کے نزدیک بھی ابہام پایا جاتا ہے کیونکہ ان طریقوں سے جو علم حاصل ہوتا ہے لاشعور کی حدود میں پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ صورت یاد اور شعور کی اس متعین صورت سے بالکل مختلف ہے۔ جو وحی میں پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص صاحب کشف والہام ہے تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس کو نبوت اور وحی کا درجہ حاصل ہو گیا ہے، کیونکہ وحی کی ہر شکل میں متعین یاد اور تحفظ کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح نبوت میں اس کے مفاہیم کا شعور اور اس کے مقاصد کا ادراک بالکل واضح اور ضروری ہے۔ لہذا جب ہم لا تحفظ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہاں تحفظ کا فقدان ہے۔ اور جب ہم لاشعور کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے شعور کے فقدان کا پتہ چلتا ہے۔

لادینی حقائق اور غیبی اخبار کی طبیعت جو وحی کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے وہ اس طرح کی لا تحفظیت اور لاشعوریت کے سامنے جھکنے سے انکار کرتی ہے کیونکہ ان طریقوں سے انسان محض اپنی فراست، ذکاوت اور حدث باطنی کے ذریعہ پردہ مجہول میں جھانکنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح یہ حقائق دینیہ حس ظاہری کے ان اندازوں سے بھی انکار کرتے ہیں۔ جن کے ذریعہ انسان منطقی دلائل اور طویل غور و فکر کے بعد نامعلوم تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ یہ حقائق اس محاورہ کا تصور کرتے ہیں جو دو ذاتوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ ایک وہ ذات متکلم ہے جو حکم دیتی اور عطا کرتی ہے اور دوسری ذات اس مخاطب کی ہے جو مامور ہے اور جس کا کام حاصل کرنا اور وصول کرنا ہے۔

کیفیت وحی :۔

یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کے قلب پر وحی نازل کی گئی۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا ”کہ کبھی کبھی مجھ پر گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ شدید ترین شکل ہوتی ہے اور اسی طریقہ سے مجھ پر حقائق منکشف ہوتے ہیں اور میں ان کا تحفظ کرتا ہوں اور کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔ اس طرح حضورؐ نے وحی کی دو شکلوں کے اوپر سے صراحت کے ساتھ نقاب اٹھا دیا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ آپؐ کے قلب پر ایک قول ثقیل ڈالا جاتا تھا اور اس قول کو آپؐ ایک مسلسل آواز کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شکل میں سنتے تھے جو الفاظ اور عبارت کی صورت میں ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے آپؐ کے پاس آتا تھا۔ جس طرح گھنٹی کی آواز بار بار کان میں پہنچتی ہے اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جبرائیلؑ انسان کی صورت میں آپؐ کے سامنے آتے تھے اور ان کو دیکھ کر آپؐ کو وحشت نہیں ہوتی تھی اور وہ آپؐ کو اپنی بات سے مطمئن کرتے تھے اور ان کو دیکھ کر آپؐ اپنے اوپر گھبراہٹ نہیں طاری کرتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ پہلی صورت اپنی آمد کے اعتبار سے ثقیل تھی یعنی آپ اس کی آمد کو بہت زیادہ محسوس کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱۱) اور اس وحی کا شدت سے آپ کو احساس ہوتا تھا کہ آمد وحی کے وقت پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے۔ فرمایا: میں نے دیکھا کہ اگر آنحضرت ﷺ پر انتہائی سردی کے موسم میں بھی وحی آتی تھی اور آپؐ پر خدا کا کلام منکشف ہوتا تھا تو آپ کی پیشانی سے عرق ٹپکنے لگتا تھا۔ (۱۲)

رہی دوسری شکل تو وہ زیادہ آسان اور لطیف تھی اور اس صورت میں نہ تو دور سے گھنٹی کی آواز آتی تھی اور نہ پیشانی سے عرق ٹپکتا تھا بلکہ وحی پہنچانے والے اور وحی وصول کرنے والے دونوں کی شکلوں میں مشابہت ہوتی تھی۔ اس لئے ناقل وحی حضرت جبرئیل امین اور نبی کریمؐ کے درمیان جو گفتگو ہوتی تھی وہ بہت آسان ہوتی تھی۔ ان دونوں صورتوں میں جو چیز بھی آپؐ پر وحی ہوتی تھی اس کو آپؐ پوری طرح یاد کر لیتے تھے۔ اس لئے پہلی صورت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر وہ حقیقت کھول کر بیان کر دی جاتی تھی اور میں اس کو یاد کر لیتا تھا۔ اور دوسری صورت میں فرمایا کہ وہ یعنی فرشتہ مجھ سے بات کرتا تھا اور جو کچھ وہ کہتا تھا میں یاد کر لیتا تھا اور اس طرح آپؐ نے یہ بات ثابت کی کہ وحی سے پہلے، وحی کے دوران اور وحی کے بعد آپ کو کامل طور پر اپنے حافظہ پر اعتماد تھا چاہے قرآن کا نزول آپؐ کے اوپر کسی طریقے سے ہو۔

اس تحفظ کامل ہی کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کے نزول کے پورے عرصہ میں اور اس کے تمام مراحل میں کبھی اپنی انسانی شخصیت میں جو کہ مامور تھی اور جس کا کام صرف وصول کرنا تھا اور وحی کی اس شخصیت میں جو آمر اور عالی تھی کبھی خلط ملط نہیں کیا۔ چنانچہ آپ کو ہمیشہ یہ احساس رہا کہ آپ کا کام وصول کرنا اور محفوظ کرنا ہے اور یاد رکھنا ہے کہ انسان اللہ کے حضور میں ایک بندہ ضعیف ہے اور آپ ڈرتے تھے کہ خدا کا کلام آپؐ کے دل کی باتوں کے ساتھ مل کر اپنی حقیقت اور اصلیت کھو بیٹھے۔ اسی لئے آپ نے ایک مشہور دعا میں اپنے رب سے عرض کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" اللهم يا مصرف القلوب صرف قلبي على طاعتك . اللهم يا مقلب القلوب
ثبت قلبي على دينك،

اے اللہ جو دلوں کے پھیرنے والا ہے، تو میرے دل کو اپنے اطاعت کی طرف پھیر دے، اے اللہ جو دلوں کا بدلنے والا ہے تو میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور مستحکم کر دے۔

بلکہ جب شروع میں آنحضرت ﷺ کے اوپر وحی آئی تو آپ کو ڈر تھا کہ کہیں اس کی بعض آیتیں ضائع نہ ہو جائیں اس لئے وحی کے نزول کے اختتام سے پہلے آپؐ جلدی جلدی اس کو یاد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور آپؐ جبرائیلؑ کے الفاظ کو بار بار دہراتے تھے کہ کہیں بھول نہ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت آپؐ پر اس طرح آسان کر دی کہ اس کو جستہ جستہ ایک طویل مدت میں نازل کیا اور آپ کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ "اے محمد ﷺ وحی کے پڑھنے کے لئے زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کر لو۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم پھر اس طرح پڑھا کرو۔ پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے"(۱۳) اور آپ کو عجلت کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اس کے کوئی ضرورت نہیں ہے اور فرمایا

قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اور اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے پڑھنے کے لئے جلدی نہ کیا کرو اور دعا کرو کہ میرا پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے(۱۴)]

اور جو شخص قرآنی آیت کی تلاوت کرے گا تو یہ ضرور محسوس کرے گا کہ اللہ کے حضور، رسول اللہ محض ایک انسان ضعیف تھے۔ نبی اپنے خدا سے مدد مانگتا ہے۔ اس سے ہدایت اور مغفرت طلب کرتا ہے۔ اور جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے۔ اس کو دوسرے انسانوں تک پوری قوت کے ساتھ پہنچاتا ہے اور وہ کبھی کبھی اپنے مالک سے شدید عتاب بھی پاتا ہے اور وہ اپنے قلب کی گہرائیوں میں ایک ایسا وجدانی فیض محسوس کرتا ہے جو اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ خالق و مخلوق کے فرق کو کبھی نہ بھولے اور نہ خالق کی صفت سے غافل رہے اور نہ مخلوق کی صفت سے اور جس کے ذریعہ وہ خالق کے طریقوں سے واقف ہو اور مخلوق کے آداب سے بھی۔ قرآن نے محمد ﷺ کی صورت ایک ایسے بندۂ مطیع کی پیش کی ہے کہ جو اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرتا ہے اس لئے اس کی حدود کا بہت خیال رکھتا ہے اور اس کی رحمت سے امید رکھتا ہے اور اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ خدا کی کتاب کا ایک حرف بدلنے سے بھی عاجز ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں کہ یا تو اس کے سوا کوئی اور قرآن بنا لاؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو مجھ کو اختیار نہیں وہ کہتے ہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے سخت دن کے عذاب سے خوف آتا ہے۔ یہ بھی کہہ دو کہ اگر خدا چاہتا تو نہ میں یہ کتاب تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کرتا میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح نہیں کہا۔ بھلا تم سمجھتے ہو ۔(۱۵)] اور ان آیات میں خالق کی صفت اور مخلوق کی صفت کا جو فرق بیان کیا گیا ہے۔ یہی فرق قرآن کی کثیر آیتوں میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا کہ نبی بھی تمام دوسرے افراد کی طرح ایک بشر ہے۔ اس کا نام صرف پہنچانا ہے وہ اپنے لئے اس بادشاہی صفت کا دعوی نہیں کر سکتا جو انسان کی صفت اور اس کی خلقت سے مختلف ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"کہہ دو میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں صرف مجھ پر وحی آتی ہے اور تمہارا الٰہ صرف ایک خدا ہے" (۱۶)] اور فرمایا

"کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔(۱۷)] اور فرمایا

"کہہ دو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں کہ میں صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے خدا کی طرف سے آتا ہے (۱۸)]۔

وحی کا خطاب نبی سے :

ہم نے دیکھا کہ اوپر کی آیتیں سب کی سب لفظ "قل" سے شروع ہوتی ہیں ان کے اندر ایک لطیف سی کیفیت ہے۔ جس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو عربی زبان کے فہم کا اچھا سلیقہ رکھتا ہو۔ ان آیتوں میں رسول ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے اور آپؐ کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ یہ نہ کہیں کہ میں یوں اور یوں کہتا ہوں کیونکہ آپؐ اپنی طرف سے بات نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسی کی پیروی کرتے تھے جو آپؐ کے اوپر وحی ہوتی تھی۔ چنانچہ قرآن میں لفظ "قل" تین سو (۳۰۰) مرتبہ سے بھی زیادہ آیا ہے۔ جس سے قاری کو یہ بتانا مقصود ہے کہ وحی میں محمد ﷺ کا کوئی دخل نہیں تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نیز آپؐ کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وحی کے مفہوم کو اپنی زبان اور اپنے کلام میں پیش کریں بلکہ وحی کا خطاب آپؐ کے اوپر القاء ہوتا تھا۔ آپؐ مخاطب ہوتے تھے متکلم نہیں۔ اور وہی چیز بیان کرتے تھے جو سنتے تھے اور وحی کے نام سے کوئی ایسی چیز نہیں بیان کرتے تھے جو آپؐ کے دل میں پیدا ہوتی تھی۔

وحی اور عتاب الٰہی :

وہ فرق جو صاحب وحی یعنی اللہ تعالیٰ اور مخاطب وحی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مابین ہے، اُن آیات سے مزید واضح ہو جاتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر عتاب ظاہر کیا ہے۔ کبھی خفیف اور کبھی شدید اور آپؐ کو بتایا ہے کہ اس نے آپؐ کے پچھلے اور اگلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ عتاب خفیف کی ایک مثال یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے بعض لوگوں کو جہاد میں شرکت سے بری کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"خدا تمہیں معاف کرے۔ تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں۔ ان کو اجازت کیوں دی (۱۹)۔] اور یہ معلوم ہے کہ معاف کب کیا جاتا ہے ؟ اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا

"اے محمد ہم نے تم کو فتح دی۔ فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے (۲۰)]

اور عتاب شدید کی ایک مثال سورہ انفال میں آئی ہے۔ جب جنگ بدر کے بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے مشورہ سے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا اور دنیا کی چند فانی چیزوں کو دین کی نصرت پر ترجیح دی۔ یہ اسلام کا پہلا عظیم معرکہ تھا۔ جس میں مسلمانوں نے جنگ کا حق پوری طرح ادا نہیں کیا اور جس محنت اور کوشش کے ساتھ لڑنا چاہیے تھا اس طرح نہیں لڑے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپؐ سے اور دوسرے مسلمانوں سے شدید عتاب کے انداز میں خطاب کیا تاہم اس میں آپ کا نام خاص طور پر نہیں لیا کیونکہ یہ خدا کی سنت کے خلاف تھا کہ اس طرح انبیاء اور رسل سے بات کی جائے۔ لہذا فرمایا :

"پیغمبر کو زیبا نہیں کہ اس کے قبضہ میں قیدی رہیں جب تک کہ کافروں کو قتل کر کے زمین میں کثرت سے خون نہ بہا دے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت کی بھلائی چاہتا ہے اور خدا حکمت والا ہے۔ اگر خدا کا حکم پہلے نہ آ چکا ہوتا تو جو فدیہ تو نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا (۲۱)]

پھر ایک اور آیت میں خدا کی طرف سے رسول ﷺ کو سخت تنبیہ کی گئی اور آپ کو سختی سے ڈرایا گیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"اور اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رہنے دیتے تو تم کسی قدر ان کی طرف مائل ہونے ہی لگے تھے۔ اس وقت ہم تم کو زندگی میں بھی عذاب دینا اور مرنے پر بھی دونا مزا چکھاتے۔ پھر تم ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے (۲۲)۔

یہ آیات اس موقع پر نازل ہوئی تھیں جب قریش نے آپؐ کی زبان سے معراج کے واقعات سن کر آپ کا مذاق اُڑایا۔ اس وقت آنحضرت کو بھی اپنے بارے میں پریشانی لاحق ہوئی۔ اور کفار کے شبہات کی طرف بظاہر جھکتے نظر آتے تھے۔ اسی وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم یقیناً غلطی کرتے اور ہم تم کو اس دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا مزا چکھاتے۔ ایک نبی پر اس سے بڑھ کر وعید ممکن نہ تھی فرمایا:

"اگر یہ پیغمبرؐ ہماری نسبت کوئی بات بنالاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا (۲۳)]

یہ آیات جن میں خدا کی طرف سے اپنے نبیؐ کے لئے سخت وعید اور تحدید کی گئی ہے اور شدید عتاب کے لہجہ میں آپؐ سے خطاب کیا گیا ہے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول ﷺ محض ایک بندہ ضعیف تھے۔ آپؐ اپنے رب کے آگے جو صاحب قدرت اور قاہر اور عظیم ترین قوت کا مالک ہے اور صاحب ارادہ ہے اور جو حکم وہ صادر کردے اس کے خلاف کچھ ممکن نہیں۔ نیز انہیں آیات سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک طرف تو نبی کی ذات تھی جو خدا سے حکم حاصل کرنے اور اس کی تعمیل پر مامور تھی اور جو حکم اس کے پاس آتا تھا۔ اس کو کامل احتیاط سے اپنے پاس محفوظ رکھتی تھی اور دوسری طرف اللہ کی ذات تھی جو حکم دینے والی تھی۔ اور اس کا کامل تحفظ رکھتی تھی اور اسی کے ذریعہ اس وحی میں جو خدا کی طرف سے نازل ہوتی تھی اور ان باتوں میں جو بطریقہ الہام آپؐ کے دل میں ڈالی جاتی تھیں۔ آپؐ اُن کا واضح طور پر فرق کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے دل میں طرح طرح کی باتیں اور خیالات آتے تھے جو انسانی صفت کا خاصہ ہیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ ان کو کلام ربانی سے خلط ملط کرتے۔ اسی لئے شروع میں جب وحی آتی تھی تو آپ نے لوگوں کو منع کیا تھا کہ اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ لکھیں تاکہ دونوں میں اختلاط واقع نہ ہو جائے اور اسی لئے جب وحی آتی تھی چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو تو فوراً کاتب بلا کر اسے لکھوا دیتے تھے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چیز جس کو ہم وحی کہتے تھے۔ وہ نبی کی ذات سے مطلقاً آزاد تھی اور اس کا آپ کی نفسیانی کیفیت سے کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ اللہ نے کہہ دیا تھا کہ اس حفاظت کی ذمہ داری اسی کے اوپر ہے اور اس معاملہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بھی تذکرہ یایاداشت کا قانون باطل ہو گیا تھا کیونکہ اللہ کے ارادہ کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

اور اگرچہ بعض احادیث کو علماء نے توفیقی کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان حدیثوں کا مضمون رسول اللہ ﷺ نے وحی سے حاصل کیا تھا۔ اس کے باوجود کاتبان وحی نے اس طرح کی تفسیری احادیث کو بھی بہت احتیاط سے قرآن کی آیتوں سے الگ رکھا کیونکہ ان حدیثوں کی زبان ان کے الفاظ اور اسالیب تو رسولؐ کے تھے اور ان کو خاص طور پر قرآن سے الگ رکھا تاکہ دونوں کے درمیان اختلاط نہ ہو تاہم جب ہم ان حدیثوں کو پڑھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کا کلام ہے۔ اس کے اندر وہ بیان ہے اور نہ وہ اعجاز۔ جو خدا کے کلام میں ہے۔ یہاں تک کہ احادیث قدسی کو بھی قرآن سے الگ اور انکو بالکل انسانی کلام کے طور پر رکھا گیا ہے۔ اگرچہ علماء کا عام عقیدہ یہی ہے یعنی بات تو خدا کی ہے، لیکن اس کی ترجمانی نبیؐ نے کی ہے۔ اسی لئے حدیث قدسی کا درجہ بھی خواہ وہ زبان وبیان کے اعتبار سے کتنا ہی بلند ہو، قرآن کی نسبت فروتر ہے اور یہی حال تمام دوسری احادیث کا ہے۔ اگرچہ رسول ﷺ افصح البشر تھے اور آپ کو اپنے خیالات وافکار کی ترجمانی پر غیر معمولی قدرت تھی۔ اس کے باوجود کلام بشر بہر حال کلام بشر تھا۔ وہ کسی اعتبار سے بھی خدا کے کلام کے برابر تو کیا اس کے قریب بھی نہیں آسکتا تھا اور یہی چیز وحی کے من جانب اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ جب ہم لفظی حدیثوں کو پڑھتے ہیں جن کے الفاظ بھی علماء کے نزدیک نبیؐ کے الفاظ ہیں تو وہ اپنی زبان وبیان، ادب اور ہر اعتبار سے قرآن سے بہت کم درجہ کی معلوم ہوتی ہیں اور جو شخص قرآن کی زبان سے واقف ہے اس کو یہ فرق سمجھنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آتی۔

وحی اور ذاتی افکار کے فرق کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احساس :

یوں تو جو شخص قرآن کے اعجاز، اس کی فصاحت کلام اور اس کے معانی اور بلاغت سے واقف ہے۔ اس کے لئے اُن میں اور آنحضرتؐ کی احادیث میں فرق کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے لیکن یہ بات لوگوں کی رائے پر نہیں چھوڑ دی گئی تھی۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ کی احادیث سے ہی یہ فرق اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ متعدد ایسے واقعات آپؐ کی زندگی میں گزرے ہیں جن میں آپ نے اپنی رائے پیش کی اور وہ صحیح نہیں نکلی۔ جس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ یہ میری ذاتی رائے تھی ایک بشر کی حیثیت سے۔ یہ بات میں نے پیغمبر کی حیثیت سے نہیں کہی تھی۔ انہیں میں سے ایک واقعہ تابیر نخل کا ہے جو بہت مشہور ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپؐ کھجور کے درختوں کے قریب سے گذرے آپؐ نے پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ ان درختوں کی تلقیح کر رہے ہیں (یعنی ان کے اندر نرمادہ پہنچا رہے ہیں) آپؐ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب آپ کی بات لوگوں تک پہنچی تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں نے درختوں کی تلقیح کا کام چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال کھجوروں کی فصل ضائع ہو گئی۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس طرح تلقیح کرنے سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو تو وہ اس طرح کرتے رہیں کیونکہ میں نے تو محض اپنی رائے دی تھی۔ میری رائے کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ کرو۔ مگر جب تم کو اللہ کی طرف سے کوئی بات کہوں تو اسے مان لو۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ صحیح مسلم کی اس حدیث کو نووی نے شرح صحیح مسلم کے جس باب میں درج کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے ”وہ چیزیں جنہیں آنحضرت ﷺ نے امتثال امر کے طور پر شرعاً پیش کیا ہے۔ انہیں ان چیزوں سے علیحدہ رکھا ہے جو آپ نے دنیاوی امور کے بارے میں اپنی رائے کے طور پر پیش کیا (۲۴) اور اسی کے ساتھ ایک دوسری روایت نقل کی ہے جس میں آنحضرتؐ نے قطعی طور پر اپنے دنیاوی انسانی تجربہ کو وحی سے الگ رکھا کیونکہ اس میں دوسری باتوں کا بھی احتمال تھا۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ ایسی باتوں کا اتباع آپ کے صحابہ پر واجب نہیں تھا اور اسی کے مقابلہ میں وہ قطعی دینی تجربہ رکھا جس کی پیروی کا انہیں حکم دیا۔ اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس طرح کی اور بھی متعدد حدیثیں نقل ہوئی ہیں مثلاً آپؐ نے فرمایا۔ انما انا بشر مثلکم ان الظن یخطی ویصیب ولکن ماقلت لکم قال الله فلن اکذب علیٰ الله (۲۵) میں تو صرف تمہارے لئے ایک بشر ہوں اور جب ظن سے کام لیا جاتا ہے تو وہ صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی لیکن جب میں تم سے وہ باتیں کہتا ہوں جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں تو میں اللہ کے خلاف ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔

اسی طرح ایک مرتبہ دو آدمی مال کا کوئی قضیہ لے کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ ان کے حالات سے ناواقف تھے۔ اسی لئے ان کی باتیں سن کر آپؐ نے فیصلہ کر دیا اور فرمایا 'میں تو بشر ہوں اور تم لوگ میرے پاس مقدمہ لے کر آئے ہو کہ میں اس کو سن کر فیصلہ کر دوں تو اگر میں اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ چھین کر اس کو کچھ دے دوں تو یوں سمجھو کہ میں نے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اسے دے دیا ہے (۲۶) ایک اور بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ بن نعمان نے ایک شخص پر چوری کا الزام لگایا جو بنی البیرق سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس قبیلہ کے لوگ اپنی شرافت و نجابت کے لئے مشہور تھے۔ آپ نے قتادہ کی بات سن کر فرمایا اے قتادہ تم نے ایسے خاندان والوں کی طرف بغیر ثبوت اور شہادت کے چوری کی تہمت لگائی ہے جن کا اسلام اور نیکی سب کو معلوم ہے۔ اس کے فوراً بعد وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

> اور دیکھو دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا اور خدا سے بخشش مانگنا بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ (۲۷)

اس وحی سے نبی کو معلوم ہوا کہ بنی البیرق کے لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے آپ سے خیانت کی تھی اور آپ کو بھکانے کی کوشش کی تھی۔ اس لئے آپ نے جو قتادہ پر عتاب کیا تھا اور ان کی توبیخ کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی۔

ایسے واقعات کا اگر ہم غور سے جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ آنحضرت کو ہمیشہ اس بات کا قطعی احساس ہوتا تھا کہ آپ کی شخصی رائے فکر وحی سے بالکل ایک الگ چیز ہے اور یہ کہ تنزیل قرآنی کی آمد سے آپ کا شخصی ارادہ بالکل ختم ہو جاتا تھا اور ان تنزیلی امور میں آپ طبعیت بشری سے کام نہیں لیتے تھے۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ کبھی تو کثرت سے وحی آتی تھی اور مسلسل اور کبھی دیر تک منقطع ہوتی تھی اور آپ کو اس کی شدید ضرورت ہوتی جب بھی نہ آتی۔ چنانچہ جب نبوت پر مامور ہوئے اور وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ کو بے حد شوق تھا کہ یہ سلسلہ جاری رہے۔ لیکن سورۃ العلق کی ان ابتدائی آیات اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی تنزیل کے بعد وحی کا سلسلہ تین سال کے لئے منقطع ہو گیا۔ آپ کو اس کا شدید غم ہوا اور یہ حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر آپؐ نے چاہا کہ اپنے آپ کو نیچے پھینک دیں لیکن جب آپؐ نے ایسا کیا تو جبرائیلؑ نے آواز دی اے محمدؐ تم اللہ کے سچے رسول ہو۔ یہ سن کر آپ کی طبعیت میں قرار و سکون آجاتا تھا (۲۸)۔ اور جب آپ ایک دن کہیں جا رہے تھے تو آپؐ نے آسمان سے ایک آواز سنی اور نظر اٹھا کر دیکھا تو یہ وہی فرشتہ تھا جو حرا میں آپؐ کے پاس آیا تھا۔ آپؐ کے اوپر اس قدر رعب طاری ہوا کہ آپ اپنی وفادار بیوی حضرت خدیجہ سلام علیہا کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کچھ اوڑھا دو۔ اسی وقت یہ وحی نازل ہوئی

"اے محمدؐ جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔ اٹھو اور ہدایت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو۔ اور کپڑا کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو" (۲۹)]

اس کے بعد وحی کا سلسلہ دیر تک چلتا رہا۔ اس سے نبی کو بہت زیادہ خوشی ہوئی اور آپ کا حزن و ملال اور شدید انتظار خوشی میں بدل گیا اور وحی جو آپ کی خواہش کے برخلاف طویل مدت تک آپؐ کے پاس نہیں آئی تو اس کا آنا آپ کی ذات اور آپ کے فکر سے خارج تھا۔ اور اس واقعہ سے آپ کو یہ بھی تعلیم دینا مقصود تھا اور آپ کے دل میں یہ بات ڈالنی تھی کہ اس وحی کا مقصد خود رسول کی خواہش یا ارادہ نہیں بلکہ صرف اللہ کی ذات ہے جو علام الغیوب ہے۔

اسی طرح کون نہیں جانتا کہ حدیث افک کے بعد پورے ایک مہینہ تک وحی نہیں آئی۔ اور منافقین بنت صدیق پر فاحشہ کا الزام لگاتے رہے اور آپؐ کے متعلق بیہودہ کلام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خود رسولؐ کے دل میں بھی شبہ کی کیفیت پیدا ہو گئی اور آپؐ نے زوجہ سے فرمایا "اے عائشہ میں نے یہ سنا ہے۔ اگر تم بری ہو تو اللہ تم کو بری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے گا اور اگر تم نے گناہ کیا ہے۔ تو اللہ سے مغفرت چاہو۔ یہ بات کون نہیں سمجھ سکتا کہ اس حادثہ کے بعد جو ایک ماہ آپؐ کے اوپر گذرا وہ قلق اور رنج کے اعتبار سے طویل برسوں سے بھی زیادہ ثقیل تھا۔ تو کیا بات تھی کہ نبیؐ اس شک کا شکار ہو گئے اور ایک ماہ تک اس قلق میں مبتلا رہے اور خاموشی سے انتظار کرتے رہے۔ آپؐ نے کیوں آسمان کے معاملہ میں مداخلت نہیں کی اور راہبوں اور کاہنوں کی طرح ایک خاص لباس اوڑھ کر، منتر پڑھ کر اور لوبان جلا کر حضرت عائشہ کو بری کرنے کے لئے وحی نہیں منگوائی ؟

اسی طرح آپؐ مدت سے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ کے منتظر تھے اور مدینہ میں پہنچ کر سولہ سترہ ماہ تک آسمان کی طرف بار بار نظر اٹھا کر دیکھتے رہے کہ شاید بیت الحرام کی طرف قبلہ کی تحویل کی وحی آجائے لیکن آنحضرتؐ کی اس شدید پریشانی کے باوجود تقریباً ڈیڑھ سال تک قرآن کے رب نے اس سلسلہ میں کوئی وحی نہیں بھیجی۔ تو کیا وجہ ہے کہ نبیؐ نے جلدی سے وحی منگوا کر اپنی آرزو پوری نہیں کر لی ؟

واقعہ یہ ہے کہ محمد ﷺ پر وحی اسی وقت آتی تھی جب محمد ﷺ کا رب چاہتا تھا اور جب محمد ﷺ کا رب اس کو منقطع کرنا چاہتا تو وہ رک جاتی تھی۔

کیفیت وحی پر اعتراضات :

ان تمام چیزوں کے باوجود زمانہ قدیم اور زمانہ حال دونوں میں بعض لوگوں نے نبیؐ کی شخصیت اور وحی کی حقیقی صورت میں اس واضح فرق کا اعتبار نہیں کیا جس کا حال اوپر بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کو نفسیاتی طور پر حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کہ دو شخصیتیں تھیں، ایک وہ جس کو ہم کیفیت شعور کہہ سکتے ہیں دوسری وہ جس کو ہم لاشعور کا نام دے سکتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبیؐ کی ذات میں ان دونوں کیفیتوں کا امتزاج موجود تھا۔ لیکن جس شخص کے پاس عقل ذرا بھی چھو کر گئی ہے اور وہ کچھ شعور رکھتا ہے تو کیا وہ اس مفروضہ کو تسلیم کر سکتا ہے ؟ جہاں تک قدیم عربوں کا تعلق ہے۔ تو وحی بھیجنے والے اور وحی وصول کرنے والے کے درمیان جو ربط تھا اس کو سمجھنے سے قاصر رہے اور اس کے بارے میں ان کے ذہن میں بہت زیادہ انتشار تھا۔ کوئی ایسی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی جسے عقل سلیم تسلیم کرے۔ ان کی اس مضحکہ خیز طبیعت کا حال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے۔ بلکہ کہنے لگے کہ

"یہ قرآن پریشان باتیں ہیں جو خواب میں دیکھ لی ہیں۔ نہیں بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ نہیں بلکہ شعر ہے جو اس شاعر کا نتیجہ طبع ہے" (۳۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توان لوگوں نے یہ کہا کہ قرآن کا مصدر دراصل سونے والے کے خواب ہیں یا مجنوں کے شطحات ہیں یا کسی جھوٹے کی من گھڑت باتیں ہیں یا کسی شاعر کے تخیلات یا کسی ادیب کے الہامات ہیں۔ لیکن اوپر کی آیت میں تین مرتبہ بلکہ کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کا مذاق اڑایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "یہ لوگ خود کتنے کم عقل ہیں"۔

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اس رعب کی کیفیت کیا تھی جو وحی کے نزول کے وقت پہلی مرتبہ آپؐ پر طاری ہوا تھا اور جس کی آپ کو کبھی توقع نہیں تھی۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"اور تمہیں امید نہ تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر تمہارے پروردگار کی مہربانی سے (۳۱)

اور فرمایا

"اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے قرآن بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔ لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں" (۳۲)۔

لہذا جو رعب آپ کے اوپر نزول وحی کے وقت طاری ہوتا تھا وہ ایسا نہیں تھا جو کسی دماغی بیماری کی وجہ سے مریض پر طاری ہوتا ہے۔ جس میں اس کا چہرہ پیلا پڑ جاتا ہے اور اس کے دانت بجنے لگتے ہیں اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس حصول وحی کے وقت آپ کا درجہ حرارت بڑھ جاتا تھا۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور آپ کی پیشانی سے عرق ٹپکنے لگتا تھا اور آپؐ نے حضرت خدیجہ سلام علیہا سے کہا مجھے کوئی چیز اوڑھا دو۔ تو ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس عظیم کلام کی حقیقت کو اپنے دل میں سمجھیں اور اس کو مزید حاصل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے یعنی جب آپ کا دل مطمئن ہو گیا اور اس اطمینان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک طویل وقفہ رکھا تو آپ کو حکم دیا کہ اب اٹھو اور اس دین کی دعوت دوسروں تک پہنچاؤ اور فرمایا یا ایھا المدثر ، قم فانذر ، اس کا مطلب یہ تھا کہ نبی کے قلب میں اطمینان پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ اے کپڑے لپٹنے والے اب اٹھو، دنیا میں چلو اور لوگوں تک اپنی دعوت پہنچاؤ اور دین کو پھیلانے کی جدوجہد میں لگ جاؤ۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ پر جب وحی آتی تھی تو اس وقت آپ کے اوپر کوئی بے ہوشی طاری نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ کی تمام قوتیں پورے کمال پر ہوتی تھیں۔ آپ کی عقل و ادراک اور آپؐ کی قوت حافظہ بہترین حالت میں ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ ذہنی اور روحانی طور پر کسی نہایت اہم کام میں مصروف ہیں۔ آپؐ کے اعصاب میں کوئی تشنج نہیں پیدا ہوتا تھا اور دماغی مریضوں کی طرح آپ کو دورے نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑتے تھے، بلکہ نزول وحی کے وقت آپؐ خاموش رہتے تھے اور اس کے فوراً بعد بولنے لگتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ کی طرف سے یہ اور یہ وحی آئی ہے اور پھر اس کو فوراً لکھوا دیتے تھے۔ جو شخص دماغی مریض ہو وہ اس طرح کی اعلیٰ سمجھ بوجھ کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔ اور عرب یہ جو کہتے تھے کہ یہ شخص الجھے ہوئے خوابوں کی باتیں کرتا ہے۔ یا کسی مجنون کی طرح ایسی ایسی باتیں کرتا ہے جن کا کوئی سر پیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو رد کرتے ہوئے اور اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے کہا

"ن، قسم ہے کی اور جو اہل قلم لکھتے ہیں اس کی قسم کہ اے محمد ﷺ تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو (۳۴)

پہلی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے قسم ہے۔ اپنی ان کتابوں کی جن کو ہمارے فرشتے لکھتے ہیں اور جن کو ہم اپنے بندوں پر نازل کرتے ہیں کہ اے نبیؐ تم اپنے رب کی طرف سے نعمتوں سے سرفراز ہو اور جو باتیں تم کہتے ہو وہ حق ہیں اور تم کوئی دیوانے نہیں ہو۔

اور اگر وہ یہ کہتے تھے کہ محمدؐ اپنی طرف سے گھڑ کر یا یونہی جھوٹی باتیں کہتے ہیں۔ تو خود جاہل عربوں کی شہادت اسکے خلاف ہے کیونکہ انہیں نے آپ کو نبوت سے پہلے صادق اور امین کا لقب دیا تھا۔ اس کے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ جھوٹ اور افتراء زیادہ دنوں تک چھپا نہیں رہتا۔ وہ ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہتا ہے تو یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کون سی جھوٹی بات نبیؐ نے کہی تھی کیا آپؐ نے غیب یا ماضی کی یا مستقبل کی جھوٹی باتوں کی لوگوں کو خبر دی تھی۔ اور کیا عربوں کے محدود تمدن میں ان کی ذہنی اور علمی حالت ایسی تھی کہ وہ ایسے مسائل کے بارے میں کاذب یا صادق کا فتویٰ دے سکتے تھے۔ اس کے علاوہ قرآن نے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو کیسے تخلیق کیا اور اس کا قطعی انجام کیا ہوگا۔ اور اس نے آخرت کی نعمتوں اور اس کے عذاب کی خبر دی، جہنم کے ابواب اور ان پر جو فرشتے متعین تھے ان کی تعداد گنوائی۔ اور یہ تمام باتیں عربوں کو اس طرح سنائیں کہ اہل کتاب بھی ان کو سنتے تھے جو ان باتوں کی تردید کر سکتے تھے لیکن انہوں نے نہیں کی۔ مگر سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ کو یہ وسیع غیبی معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں، جبکہ آپؐ ایک بت پرست اور ان پڑھ، جاہل قوم میں پیدا ہوئے اور رہتے تھے اور کیا آپؐ ان کے درمیان بعثت سے پہلے چالیس سال تک رہے نہیں تھے اور کیا وہ آپؐ کو صادق اور امین نہیں کہتے تھے تو بعد از بعثت یک بیک انکار کیوں کرنے لگے؟ ان سوالات کا تو عربوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا آج کل کے معترضین بھی ان سوالوں کا صحیح جواب نہیں دے سکتے۔ تاہم خود آپؐ کے زمانہ میں مکہ میں بعض لوگ کہتے تھے کہ آپؐ کسی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیکھ کر یہ باتیں کرتے ہیں اور جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ کون ہے وہ معلم عظیم جو محمد ﷺ کو سکھاتا ہے تو کہتے تھے کہ وہ ایک رومی عجمی نصرانی غلام ہے، جو مکہ میں گانے بجانے کا اور لوہاری کا کام کرتا ہے اور تلواریں بناتا ہے۔ یہ معترضین کہتے تھے کہ وہ لکھنا پڑھنا خوب جانتا ہے حالانکہ اس ماحول میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور کہتے تھے کہ نبیؑ کبھی کبھی اس کی دوکان پر کھڑے ہو کر اس کا کام دیکھتے تھے اور اسی اثنا میں اس سے تعلیم حاصل کرتے۔ اس احمقانہ بات کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"کہ یہ لوگ جس زبان کا حوالہ دیتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور یہ زبان جس میں محمدؐ پر وحی آتی ہے یہ عربی مبین ہے (۳۴)۔

یعنی معترضین کی تکذیب کے لئے یہ کافی ہے کہ کوئی غیر عرب ایسی خالص اور خوبصورت عربی نہیں بول سکتا تھا۔

اسی معلم کے بارے میں تو بہت کم لوگوں کو یقین تھا۔ تاہم بعض دوسرے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ نبی ادھر ادھر کی خرافاتی باتیں سن کر ہم کو بے وقوف بناتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہوا ہے۔

"اور یہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے جمع کر رکھا ہے اور وہ صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سناتا ہے (۳۵)۔

یہ بات بھی اسی طرح ہی احمقانہ ہے کہ اس کی تردید کی ضرورت نہیں کیونکہ خرافاتی قصوں میں تو ایسی باتیں ہوتی ہیں جو عقلاً محال ہوتی ہیں۔ پھر ان کے اندر نہ تو اخلاق کے اونچے مسائل کا تذکرہ ہوتا ہے اور نہ زندگی کے بنیادی اصولوں کا اور ان میں زیادہ تر تفریح کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس کے برخلاف قرآن دنیا کی سنجیدہ ترین کتاب ہے۔ اس لئے جو لوگ اس کو اساطیر الاولین کہتے تھے وہ خود ہی اس کو سن کر اور اس کی ادبی اور علمی اور روحانی خوبیوں سے اس قدر متاثر تھے کہ تھوڑے دنوں کے بعد ایسا کہنا چھوڑ دیا۔

لیکن اعتراضات کا سلسلہ جاری رہا اور یہ ہمارے زمانہ تک بھی پہنچا ہے۔ چنانچہ اب بھی بعض بے وقوف لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ لڑکپن میں اپنے چچا ابو طالب (س) کے ساتھ شام گئے تھے تو وہاں شام کی سرحد پر شہر بصری میں بحیرہ نام کے ایک راہب سے ملے تھے۔ جو عیسائیوں کے آریوسی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور توحید کا قائل تھا۔ اسی سے آپؐ نے توحید کی وہ مفصل تعلیمات حاصل کیں جو قرآن کا اصل الاصول ہے لیکن اگر یہ قصہ صحیح ہے یعنی واقعی آپؐ اس راہب سے ملے تھے تو اس وقت آپؐ کے ساتھ اور بہت سے عرب تھے جو لکھنا پڑھنا بھی جانتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے اور عمر کے لحاظ سے زیادہ سمجھ دار تھے۔ یہ تعلیم انہوں نے کیوں حاصل نہیں کر لی اور وہ کیوں نبیؑ نہیں بن گئے۔
اور اگر یہ راہب اتنا قابل تھا جو ایک ہی درس میں محمد ﷺ جیسا نبیؑ پیدا کر سکتا تھا۔ تو وہ خود کیوں نبی اعظم نہیں بن گیا۔ پھر لڑکپن میں کون ایسا ہوتا ہے جس کی عقل اور روحانی قوتیں اتنی ترقی یافتہ ہوں کہ وہ دین واخلاق کے بلند ترین مسائل سن کر ان کو سمجھ لے پھر ان کو دنیا کے سامنے پیش بھی کر سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام اعتراضات بالکل بے بنیاد ہیں ان کی کوئی بھی اصل نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کی تردید بھی کی ہے۔ لیکن اس کے بعد اس نے کہا کہ اگر یہ سب باتیں صحیح ہیں اور اس طرح کا کلام دوسرے لوگ بھی تخلیق کر سکتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ اسی طرح کا ایک قرآن وہ بھی لا کر دکھا دیں۔
چنانچہ سورہ الطوؔر میں فرمایا

"تو کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ من گھڑت ہے۔ ایسا نہیں بلکہ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں تو اگر وہ سچے ہیں تو ایسا ہی قرآن لا کر دکھا دیں" (۳۶)۔

اس کے بعد قرآن نے اپنے مطالبہ کو اور ہلکا کر دیا اور کہا کہ قرآن جیسی صرف دس سورتیں پیش کر دیں۔

اور فرمایا

"یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو خود بنا لیا ہے۔ کہہ دو اگر تم سچے ہو تو ایسی دس سورتیں بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس کو چاہو بلا سکتے ہو اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ وہ خدا کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تمہیں بھی اسلام لے آنا چاہئے" (۳۷)

اور آخر میں خدا نے کفار سے کہا کہ چلو تم ایسی ایک ہی سورۃ لا کر دکھا دو اور فرمایا کہ

"اور اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو"۔ (۳۸)

کہ جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا تھا اس وقت کے عربوں کو اپنی فصاحت اور اپنی زبان وادب کے کمالات پر بہت فخر تھا۔ چنانچہ جاہلی دور کے عرب شعراء کو آج بھی عربی ادب میں سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور ان میں سے بعض شعراء اس وقت زندہ بھی تھے لیکن ان میں سے ایک بھی نہیں اٹھا۔ جو ادبی یا علمی یا کسی اعتبار سے بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن کا مقابلہ کر سکے یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز پیش کر سکے۔ پھر بعد کی تاریخ میں بھی بعض لوگوں نے قرآن کی ادبی اور علمی عظمت سے انکار کیا اور کہا کہ وہ اس سے بہتر کلام پیش کر سکتے ہیں لیکن جو انہوں نے پیش کیا وہ اتنے گھٹیا درجہ کا کلام تھا کہ اس سے بہتر کلام تو دوسرے انسانوں کی تخلیق میں پہلے سے موجود تھا اور وہ قرآن کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ اگر محض ادبی اعتبار سے قرآن کو دیکھا جائے جب بھی وہ تاریخ کا ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔ جس کی کوئی مثال اگر مل سکتی ہے تو انہیں کتابوں میں ملتی ہے جن کو اللہ تعالی نے دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل کیا تھا۔ لیکن چونکہ وہ خرد برد ہو گئیں اور ان میں تحریف کر کے لوگوں نے انسانی کلام سے ملوث کر دیا اس لئے ان کے اندر وہ حقیقی اعجاز باقی نہیں رہا جو ابتدا میں موجود تھا لیکن قرآن اپنی اصلی حالت میں آج بھی موجود ہے۔ اس لئے اگر ہم اس کے ادبی اعجاز کا پتہ لگانا چاہیں تو یہ کوئی بہت دشوار کام نہیں ہے۔ مفسرین قرآن نے اس موضوع کا بھی کافی مطالعہ کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں اور ہر دور میں لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی بعض مشاہیر عرب ادباء نے اس موضوع پر بہترین تحقیقی کام کیا ہے جس کی روشنی میں قرآن کا سمجھنا یقیناً آسان ہو گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ واوحینا الی ام موسی عن ارضعیه (۲۸ :۸)

۲۔ واداو حیت الی الحورین عن امنو ابی و برسولی قالو ا امنا واشھدباننا مسلمون ۔ (المائدہ : ۵ : ۱۱۱)۔

۳۔ واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشعون (مریم : ۱۶ : ۶۸)۔

۴۔ فخرج علی قومه الی المحراب فاوحی الیهم ان سبحوا بکرة وعیشاً (مریم : ۱۹ : ۱۱)

۵۔ وہ کذب جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس واجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غروراً (الانعام : ۴ : ۱۱۳)

۶۔ وان الشیاطین لیوحون الی اولئهم لیجادلوکم (الانعام : ۶ : ۱۲۲)

۷۔ اذیوحی ربك الی الملائکة انی معکم فثبتو الذین امنوا (الانفال : ۸ : ۱۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

٨۔ فاوحی الی عبدہ مااوحی (النجم : ۵۳ : ١٠)

٩۔ وانه التنزیل رو العالمین ٥ نزل به روح الابه روح الامین ٥ علی قبلك لتكوم من المنذرین(الشعراء : ٢٦ : ١٩٢۔ ١٩۴)۔

١٠۔ وما كان لبشر ان یكلمه الله الاوحیا اومن وارء الحجاب اویرسل رسولا فیوجی باذنه باذنه مایشاء انه علی حكیم(الشوریٰ : ۴٢ : ۵١۵)۔

١١۔ انا سنلقی علیك قولاً ثقیلا(مزمل : ٧٣ : ۵)۔

١٢۔ ابن القیم زادا المعادفی طدی خیر العباد ، ص ، ١٨ . ١٩ جلد ١ ، المطبع المیمنة ، مصر . السوطی ، الاتقان (ج،١،ص،۴٦، قاہرہ، ١٣٦٨ھ)

١٣۔ لاتحریك بلیسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه و اذا قرانه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه (القیامہ : ٧۵ : ١٦ : ١٩)

١۴۔ ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیك وحیه وقل رب زدنی علماً(طہ : ٢٠ : ١١۴)۔

١۵۔ واذا تتلی علیهم آیاتنا بینات قال الذین لا یرجون لقاء نا ائت بقران غیر هذا اوبدله ، قل مایكون لی ان ابدله من تلقای نفسی ان اتبع الاما یوحی الی انی احاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ٥ قل لوشا ء الله ماتلوته علیكم ولا ادراكم به فقد لبث فیكم عمرا من قبله افلاتعقلون(یونس ١٠ : ١۵ : ١٦)

١٦۔ قل انما انا بشر مثلكم یوحی الی انماالهكم اله واحد (الكهف : ١٨ : ١١٠)

١٧۔ قل لا املك لنفسی نفع ولاضراً الا ماشا ء الله ولو كنت اعلم الغیب لا ستكثرت من الخیر و ما مسنی السوء (الاعراف : ٧ : ١٨٨)

١٨۔ قل الا اقوال لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لكم انی ملك ان اتبع الا ما یوحی الی(الانعام ٦ : ۵٠)۔

١٩۔ عفا الله عنك لما اذنت لهم حتی یتبین لك الذین صدقوا وتعلم الكذبین (توبہ : ٩ : ۴٣)۔

٢٠۔ انا فتحنالك فتحاً مبیناً لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتاخر (فتح : ۴٨ : ١۔٢)۔

٢١۔ ما كان لنبي ان یكون له اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا اخذتم عذاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عظیم(انفال: ۱۸: ۶۶ :۔ ۶۷)۔

۲۲۔ ولو لا ان ثبتنک لقد کدت تر کن الیھم شی قلیلا اذاً لا ذقنک ضعف الحیوۃ وضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیراً

(الاسری: ۱۵: ۷۴۔ ۷۵)۔

۲۳۔ ولوتقول علینا بعض الاقاویل ٥ لا خذنا منہ بالیمین ٥ ثم لاقطنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین (الحاقہ: ۶۹: ۴۴۔ ۴۷)۔

۲۴۔ (صحیح مسلم: شرح نودی ۱۱۶/۱۳)۔

۲۵۔ (ابن ماجہ ۲ / ۷۷۷ رقم ۲۴۷۰)۔

۲۶۔ (صحیح مسلم ۱۲۔ ۴)۔

۲۷۔ ولا تکن للخائنین خصیما ٥ واستغفر اللہ ان اللہ کان غفوراً رحیمہ (النساء: ۴: ۱۰۴۔ ۱۰۵)۔

۲۸۔ (صحیح بخاری ۹۔ ۳۰ کتاب التعبیر)۔

۲۹۔ یا ایھا المدثر ٥ قم فانذر ٥ وربک فکبر ٥ وثیابک فطھر ٥ والرجز فاھجر

(المدثر: ۷۴: : ۱۔ ۵)۔

۳۰۔ بل قالو اضغاث احلام بل افتراہ بل ھث شاعر (الانبیاء: ۲۱: ۵)۔

۳۱۔ وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک (العنکبوت: ۲۸: ۲۶)

۳۲۔ وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلنا ہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا (الشوریٰ: ۴۲: ۵۲)۔

۳۳۔ نٓ والقلم ٥ وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون (القلم: ۶۸: ۱: ۲)۔

۳۴۔ لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین (النحل: ۱۶: ۱۰۳)۔

۳۵۔ وقالوا اساطیرا الاولین اکتتبھا فھی تملیٰ علیہ برکۃ واصیل (الفرقان: ۲۵: ۵)۔

۳۶۔ ام یقولون تقولہ بل لایومنون ٥ فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانو صادقین (الطور: ۵۲: ۳۳۔ ۳۴)۔

۳۷۔ ام یقولون افترا قل فاتو بعشر سورۃ مثلہ مفتریت وادعو من استطاعتم من دون اللہ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كنتم صدقين o فالم يستجيبو ا لكم فاعلمو ا انما انزل بعلم الله وان لا اله الا هو فهل انتم مسلمون(ھود:۱۱:۱۳)۔

۳۸۔ وان كنتم في ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا فاتوا بسورة مثله وادعوا شهدائكم من دون الله ان كنتم صادقين(البقرہ:۲:۲۳)۔

۲۔قرآن کی ایک آیت ہی اہل عمل کے لئے کافی ہے

ایک شخص رسول خداؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ''عَلِّمْنِي مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ''یعنی خدا نے جو آپ کو تعلیم دیا ہے اس میں سے کچھ مجھے تعلیم کیجئے ۔رسول اللہؐ نے اُسے اپنے ایک صحابی کے سپرد کر دیا کہ وہ اُسے قرآن کی تعلیم دے۔اُس صحابی نے سورہ ''زلزال'' کی اُسے تعلیم دی جب سورہ زلزال کی آخری آیت فَمَن يَّعمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيرًا يَّرَهُ وَمَن يَّعمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ (جس نے ذرہ برابر نیکی کا کام کیا اسے اس کا بدلہ ملے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کا کام کیا اس کا بھی اسے بدلہ مل جائے گا) پر پہنچے تو وہ شخص اپنی جگہ سے بلند ہوا اور کہا ''یہی ایک آیت میرے لئے کافی ہے رسول خداؑ نے فرمایا'' اُسے اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ وہ مرد فقیہ بن گیا ہے

(رَجَعَ فَقِيها)

© rasailojaraid.com